اسلامی قانون سازی میں شوریٰ کا مقام اور دائرہ کار

The Scope and Jurisdiction of "Shura" In Islamic Legislation

ڈاکٹر مقبول حسن اسسٹنٹ پروفیسر وصدر شعبہ اسلامیات، بحریہ کالج کارساز کراچی، پاکستان(drmaqboolhassan@yahoo.com)

Abstract

This article is probing into the concept, and scope of Consultation-"Shura" in Islamic Law. Islam is a complete code of life and teaches us the principle of mutual consultation both in religious and every social issue. Allah Almighty gave special directions to His Holy Prophet in this regard and He complied with in letter and spirit. The life of Holy Prophet is full of such examples of consultative efforts. The Companions/"Sahaba" of Holy Prophet had also exercised this valuable and effective principle while they used to solve every social and legal issue. Through in this article, different dimensions and forms of "Shura"have been elaborated i.e.; optional, sovereign, private elected, selected, juristic and national level consultation or consultative councils / forums. It is also discussed that construction of "Shura"/ consultative council can be done by the method of election and selection or nomination discussing the merits and demerits of these methods. The jurisdiction of the Consultative Council/"Shura"is also an important area of this article concluded with; that "Shura" can only be held in the religious and social issues, for which there is no clear cut legislation already present in the fundamental sources of Islamic Law-Quran and Sunnah. Suggestions for construction of "Islamic Consultative Council of Islamic State have also presented in this article, apart from them we request to all Islamic intellectuals to step forward for further ideas and suggestions, so that we can improve this collective consultation process.

Key words: Islamic Legislation, Shura, Consultation, Quran, Sunnah, Ijtehad

تمہید

اسلام ایک آفاقی، کامل، مکمل ضابطِ حیات اور جامع دین ہے۔ دینِ اسلام کے مصادرِ اساسی، قرآن وسنت انسانی زندگی کے لیے اصولی وجامع تعلیم وراہنمائی کے حامل ہیں۔ ان بنیادی مصادر وماخذ میں کسی مسئلے کا واضح حل موجود نہ ہونے یا درپیش کسی بھی ملی واجتماعی مسئلے کی صورت میں شوریٰ ومشاورت کے ذریعے، اسلام کے آئینی ذرائع یا ادلّہ شرعیہ کی وسعتوں سے اس مسئلے کا حل اجتہاد کے اصول کے ذریعے اخذ و مستنبط کیا جاتا ہے۔ اجتماعیت اور مشاورت خود اسلام کے اپنے دیئے ہوئے اصول ہیں کہ جنہیں اجتماعی عملی معاملات میں پیشِ نظر رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے ادوار میں اسلام کے اس اصول پر بخوبی عمل کیا۔

عصرِ حاضر میں جس نئے اجتماعی، سیاسی و قانونی ادارے کو پارلیمنٹ کا نام دیا گیا ہے بلا شبہ ہماری اسلامی سیاسی، قانونی و اجتہادی تاریخ و تناظر میں وہ "شوریٰ" یا" مجلسِ شوریٰ" کہلاتا ہے۔فی زمانہ پارلیمنٹ کا ادارہ، اسلامی ادارہِ "شوریٰ" کے ہی مترادف ہے۔ اسلامی مباحث میں مجلسِ شوریٰ کے لیے [1]" مجلسِ اہلِ حل و عقد" کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے اور مجلسِ اہلِ حل و عقد کو "مقننہ" یا قانون ساز ادارہ بھی کہا جاتا ہے۔

اسلام نے مجلسِ اہلِ حل و عقد یا مجلس شوریٰ یا مقننہ کو محدود قانون سازی کا حق دیا ہے۔یعنی یہ ادارہ عام اور آزادانہ قانون سازی نہیں کر سکتا، بلکہ دین کے مزاج اور شریعت کی مقررہ حدود کے تحت ہی قانون سازی ہو سکتی ہے اور اس کے لیے مجلس شوریٰ کے اراکین کا شریعت اسلامیہ کا ماہر ہونا بھی ضروری ہے۔ زیر نظر مقالہ میں شوریٰ اور شوریٰ کے ذریعے اجتہادی عمل کا تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں: قرآن مجید میں دو آیات میں "شوریٰ و مشاورت" کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ"[2]اور ان کا معاملہ آپس میں شوریٰ /مشاورت سے انجام پاتا ہے۔"وَشَاوِرْهُمْ فِي الأَمْرِ"[3]اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کاموں میں مشورہ کریں۔

شوریٰ کی لغوی تحقیق

شوریٰ کا مادہ لفظ "ش-و-ر" ہے۔لُغویین کے نزدیک یہ باب افعال میں "اشار علیہ" سے مشتق اسم ہے۔

مختلف لُغویین نے "شوریٰ" کی لغوی تفصیل بیان کی ہے۔ مثلاً

1 مفردات القرآن کے مطابق "شوریٰ" کے معنی ہیں وہ اَمر جس میں مشورہ کیا جائے[4]۔

2 مولانا عبد الرشید نعمانی[5] قاضی زین العابدین میرٹھی[6] کی لغات اور سید فضل الرحمٰن کی معجم القرآن کے مطابق "شوریٰ" کے[7] معنی مشورہ کرنے کے ہیں۔

3 قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شوریٰ شاورت (باب مفاعلت) کا مصدر ہے جیسے بُشریٰ، ذُکریٰ ہے[8]۔

4 امام ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ "شوریٰ" کے مفہوم میں لکھتے ہیں: بالعموم مادہ، ش-و-ر سے بنیادی طور پر دو معنی جاری ہوتے ہیں۔ ایک کسی چیز کو ظاہر کرنا، واضح کرنا اور اس کو پیش کرنا ہے اور دوسرا کسی چیز کو لینا۔ پہلے معنی کی دلیل میں اہل عرب کا یہ قول ہے:شرت الدابۃ شورا یعنی جب تو کسی جانور کو خریدار کے سامنے پیش کرے مزید یہ کہ جہاں جانوروں کو خریداروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، وہ جگہ مشوار کہلاتی ہے۔ دوسرے معنی کی دلیل[9] اہل عرب کا یہ قول ہے:شرت العسل اشورہ، یعنی میں نے شہد نکالا یا میں اسے نکالتا ہوں۔

5 شیخ عبد الرحمن عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ شوریٰ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"شوری کی حقیقت کسی مسئلے میں حق بات کے قریب پہنچنے کے لیے اہل فن سے کسی رائے کے بارے تحقیق کروانا ہے"[10]۔

6 علامہ محمد مرتضی الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ اس لفظ کی لغوی تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اہل عرب، شار العسل، کا لفظ استعمال کرتے ہیں جس کا معنی ہے: اس نے شہد کو اس کے چھتوں اور اس کے پائے جانے کی جگہوں سے نکالا"[11]۔

7 امام خلیل بن احمد الفراہیدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ "مشورۃ"کا لفظ بھی شوری کی طرح باب افعال ہی سے نکلا ہے۔

وہ فرماتے ہیں:"مشورۃ، کا وزن، مفعلۃ، ہے اور یہ بھی باب افعال کے مصدر سے مشتق ہے"جیسا کہ عرب کہتے ہیں:

"اشرت علیھم بکذا"اور اس کو،مشورۃ، بھی کہتے ہیں[12]۔

شوریٰ کا اصطلاحی معنی ومفہوم

علماء نے"شوریٰ "کی جو تعریفیں بیان کی ہیں ان میں سے اہم پیش کی جاتی ہیں:

1 ڈاکٹر مصطفی قطب سانو "شوریٰ" کے اصطلاحی مفہوم میں لکھتے ہیں:"شوریٰ کی سب سے زیادہ جامع تعریف یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کے حل کے لیے مختلف آراء کا تقابل کرنا۔ بعض نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ اس سے مراد مسائل میں سے کسی مسئلے میں اصحاب علم وفضل کی آراء کو جمع کرنا ہے، جس میں کتاب وسنت کی کوئی صریح نص وارد نہ ہوئی ہو"[13]۔

2 ڈاکٹر وہبہ الزحیلی شوریٰ کے معنی ومفہوم کی توضیح میں لکھتے ہیں:"امام ابو بکر ابن العربیؒ نے شوریٰ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ: کسی مسئلے میں ایسا اجتماع کہ جس میں ہر شخص دوسرے سے مشورہ کرے اور اپنی رائے کا اظہار کرے۔ اسی سے قریب تر تعریف امام راغبؒ کی بھی ہے جو انہوں نے "غریب القرآن" میں پیش کی ہے کہ شوری سے مراد ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تبادلہ خیال کے نتیجے میں ایک رائے بنانا ہے ۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے شوریٰ کی تعریف یوں کی ہے کہ شوریٰ سے مراد کسی قوم کا باہمی مشورے کے لیے ایک دوسرے کو جمع کرنے کی دعوت دینا ہے۔ جیسا کہ "نجوٰی"کا لفظ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول"واذھم نجوٰی"میں اس قوم کے لیے استعمال ہوا ہے جو آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے ہیں"[14]۔

3 ڈاکٹر احمد علی کے ہاں شوریٰ کی جامع ترین تعریف جو اس کے مختلف فقہی معانی اور انواع واقسام کو شامل ہو، وہ یہ ہے کہ شوریٰ سے مراد امام یا قاضی یا کسی مکلف کا کسی ایسے معاملے میں کہ جس کا حکم قرآن، سنت یا اجماع کے ثبوت سے

متعلق کسی نص سے واضح نہ ہو، اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے ان علمائے مجتہدین کی طرف رجوع کرنا جو اس حکم کو اس کے اجتہادی دلائل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہوں[15]۔

4 ڈاکٹر توفیق الشاوی شوریٰ کے بارے میں لکھتے ہیں: "اکثر مصنّفین اور محققین "شوریٰ" کے بارے حکومتی یا ریاستی نظام کے تناظر میں بحث کرتے ہیں، جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شوریٰ کا اصل موضوع حکومتی مسائل میں مشاورت ہے، یعنی "شوری" کا لفظ ان اجتماعی قراردادوں تک محدود ہے جو ریاست یا حکومت کے نظام سے متعلق ہوں (حالانکہ ایسا نہیں ہے)"[16]۔

5 ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ "شوریٰ" کی بڑے خوب صورت انداز میں تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شوریٰ کے لفظی معنی بڑے دلچسپ ہیں اور اس سے شوریٰ کے حقیقی معنی اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔ شوریٰ کے لفظی معنی ہیں شہد کی مکھی کے چھتے سے شہد نکالنا۔ اس عمل کو "شوریٰ کہتے ہیں۔ اب اس پر غور کریں کہ شہد کی مکھی کے چھتے سے جب شہد نکالا جاتا ہے تو اس کی کیا شکل ہوتی ہے۔ اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ہزاروں مکھیاں ہزاروں پھولوں پر جا کر ہزارہا قسم کے رَس چُوس لیتی ہیں۔ ایک پھول کی خوشبو ایک طرح کی ہے، دوسرے کی دوسری طرح کی ہے۔ کسی ایک پھول میں ایک طرح کے طبی فوائد ہیں دوسرے پھولوں میں دوسرے قسم کے فوائد ہیں۔ کسی ایک پھول میں اللہ تعالیٰ نے ایک شفا رکھی ہے اور دوسرے میں دوسرے قسم کی شفا رکھی ہے۔ یہ ہزاروں مکھیاں یوں ہزاروں قسم کا رس چوستی ہیں اور پھر سب مل کر شہد بناتی ہیں۔ جب شہد تیار ہو جاتا ہے تو اس کے بارہ میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قطرۂ شہد اس مکھی کا ہے اور وہ قطرۂ شہد اس مکھی کا ہے اور یہ اس فلاں مکھی کا ہے۔ یا یہ فلاں پھول کے رَس کا ہے اور یہ فلاں پھول کے رَس کا ہے۔ بلکہ یہ سب مل کر ایک ایسا اجتماعی رزق بن جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ گویا اس لفظ کے استعمال سے جو پیغام ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جب شوریٰ کا عمل اپناؤ تو اس طرح کی تدبیر اور طریقہ کار اختیار کرو کہ ہر فرد کے پاس جو حکمت، عقل اور دانائی ہے، ایک ایک سے وہ دانائی حاصل کر لو۔ پھر ان تمام انفرادی دانائیوں کو اس طرح سے ایک ملکی اور ملّی شفا بنا دو کہ اس میں پوری اُمت کے لیے رہنمائی کا سامان ہو"[17]۔

ان تمام تعریفوں کے جائزے کے بعد شوریٰ کی تعریف واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے جس کے مطابق ہم سمجھتے ہیں کہ:

شوریٰ کے لغوی معنی ہیں مشورہ، مشورہ طلب کرنا، مشورہ طلب کرنے کا عمل، اصحاب علم و فضل کی آراء کو جمع کرنے کا عمل یا وہ امر جس میں مشورہ کیا جائے، کو شوریٰ کہلاتا ہے۔

اصطلاحی طور پر "شوریٰ" سے مراد یہ ہے کہ امام یا قاضی یا کسی مکلف کا کسی ایسے معاملے میں کہ جس میں کتاب و سنت کی کوئی صریح نص وارد نہ ہوئی ہو اس کا حکم معلوم رکھتے ہوں کرنے کے لیے ان علمائے مجتہدین کی طرف رجوع کرنا جو اس حکم کو اس کے اجتہادی دلائل سے جاننے کی صلاحیت اور اس طرح اجتماعی علم، حکمت و دانائی سے معاملہ در پیش کا متفقہ یا غالب اکثریت سے فیصلہ کرنا۔

مشاورت اور شورائی اجتہاد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے:

"وشَاوِرۡ هُم فِی الاَمرِفَاِذَا عَزَمتَ فَتَوَكَّل عَلَى اللّٰهَ،اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِين"[18]۔

ترجمہ: اور ان سے ہر اہم معاملے میں مشورہ کرتے رہو پس جب تم عزم و ارادہ (فیصلہ) کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتماعی معاملات میں مشاورت کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں اس پر عمل کیا اور دینی و دنیاوی ہر دو معاملات میں شوریٰ و مشاورت کے اصول پر عمل فرمایا۔ مثلاً

1 پہلی ہجری میں "شوریٰ اذان" نبوی شوریٰ کا ایک اہم تاریخی واقعہ ہے کہ نمازِ باجماعت کے لیے مسلمانوں کو بلانے کے معاملے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کی شوریٰ منعقد کی جس کے نتیجے میں نماز کے لیے "اذان" کا طریقہ وضع ہوا[19]۔

2 شورائے بدر: جس میں معرکہ بدر کے لیے روانگی کا فیصلہ کیا گیا اور "شورائے اسارائے بدر"۔ جس کے ذریعے بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کیا گیا[20]۔

علاوہ ازیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شورائے احد3ھ، شورائے خندق 5ھ، شورائے دَربارہ اِفک 6ھ، شورائے حدیبیہ 6ھ، شورائے اسارائے ہوازن 8ھ اور شورائے دَرباره معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ 10ھ تاریخی واقعات ہیں کہ جن میں رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے مشاورت و شوریٰ سے کام لیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بذریعہ وحی براہ راست اللہ تعالیٰ کی رہنمائی حاصل تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے مشورے سے اگرچہ بے نیاز تھے، تاہم پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کرتے تھے اور غالباً اللہ تعالیٰ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کرنے کا حکم اصحاب کے اطمینانِ قلب اور اُن کی تربیت کی غرض سے دیا تھا۔ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف امور میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کا حکم دیا ہے حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے وحی بھی آتی تھی

کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنا ان کے دلوں کے لیے سکون واطمینان کا باعث تھا۔ اسی طرح جب کسی قوم کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں اور ان کا مقصود اللہ کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بہترین رہنمائی عطا فرماتے ہیں[21] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوریٰ ومشاورت کے حوالے سے متعدد فرامین کتبِ احادیث میں مروی ہیں۔ مثلاً:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ اگر ہمارے درمیان کوئی واقعہ ایسا پیش ہو جائے جس کے بارے میں (قرآن وسنّت میں) نہ کوئی امر ہو نہ نہی تو ایسے واقعے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں عبادت گزار اور دیانت دار ماہرینِ شریعت سے مشورہ کر لیا کرو اور انفرادی رائے اختیار نہ کرو[22]

اسی طرح سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مشورہ کرنے والا شخص کبھی حق (بات) سے محروم نہیں ہوتا اور اپنی ذاتی رائے کو کافی سمجھنے والا خود پسند شخص کبھی سعید نہیں ہو سکتا[23]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میری نظر میں کوئی ایک شخص ایسا نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے رفقاء سے مشورہ کرنے والا ہو"[24] آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مستقل طور پر مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ امت کے لیے ایک سنت جاری ہو جائے۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر کے مقام پر فائز تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تمام معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے"[25]۔ خلفائے راشدین نے بھی اپنے ادوارِ خلافت میں اجتماعی معاملات کا فیصلہ اور قانون سازی کے لیے "شوریٰ" کا طریق اختیار فرمایا۔ ابو بکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کا یہ طریقہ تھا کہ جب انہیں کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں واضح نہ ملتا تو وہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق مشورہ کرتے تھے۔ اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مشورہ کے اصول پر کاربند رہے، جیسا کہ میمون بن عمران رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں[26]۔ یہی طریقہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہ کتاب وسنت کے بعد میں اس فیصلے کا پابند رہوں گا جس پر تمہارا اتفاق رائے ہو چکا ہو[27]۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر اس معاملے میں مشورہ کیا کرتے تھے جس کے بارے میں انہیں رسول اللہ سے منقول کوئی رہنمائی نہیں ملا کرتی تھی۔ مسیب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کوئی ایسا مسئلہ درپیش آتا تھا کہ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اثر موجود نہ ہوتا تھا تو وہ اس کے لیے اکٹھے ہو کر مشورہ کرتے اور ایک رائے پر اتفاق کر لیتے تھے۔ پس حق وہی ہے جو انہوں نے سمجھا ہے۔ پس حق وہی ہے جو انہوں نے سمجھا ہے"[28]۔

شوریٰ یا مجلسِ شوریٰ کی اقسام

عملِ "شوریٰ" یا "مجالسِ شوریٰ" کو درج ذیل مختلف گروہوں میں بانٹا جا سکتا ہے:

1 اختیاری مجلسِ مشاورت 2 سرکاری و غیر منتخب مجلسِ مشاورت / عمومی مجلسِ شوریٰ

3 سرکاری اور منتخب مجلس شوریٰ / خصوصی مجلسِ شوریٰ 4 مجتہدینِ امت کی مجلس مشاورت / شوریٰ

اب ذیل میں ان پر الگ الگ بات ہو گی:

1 اختیاری مشاورت یا مجلسِ مشاورت

اختیاری نوعیت کی شوریٰ چار طرح سے ہو سکتی ہے:

الف افراد کی باہمی مشاورت

اشخاص کا ایک دوسرے سے مشورہ طلب کرنا تاکہ وہ اس مشورے کے ذریعے اپنے ذاتی معاملات میں رہنمائی حاصل کر سکیں۔ اس طرح کی مشاورت اختیاری مشاورت کہلاتی ہے اور ہر شخص کسی دوسرے کے مشورے پر چلنے یا نہ چلنے میں آزادی و اختیار رکھتا ہے۔

ب ادارہ جاتی مشاورت / مقتدر شخص یا صاحبِ اختیار شخص کا ماہرین سے مشورہ

کسی ادارے کا سربراہ یا وہ شخص جو کسی اختیار یا اقتدار کا مالک ہو، اُس کی طرف سے کسی خاص معاملے میں متعلقہ ماہرین سے مشورہ کرنا تاکہ وہ کسی مخصوص فن یا معاملے میں قواعد و ضوابط کے مطابق کوئی فیصلہ کر سکے یا کوئی اقدام کر سکے۔ اس قسم کی مشاورت بھی اختیاری ہی کہلاتی ہے۔

ج قاضی کی علمی و قانونی مشاورت / عدالتی مشاورت

جج یا قاضی کی طرف سے علماء، ماہرینِ قانون، مجتہدین یا دوسرے قضاء یا ججز سے کسی قانونی و شرعی حکم کے بارے میں مشورہ و رائے حاصل کرنا تاکہ وہ اپنے اختیارات استعمال کرنے اور حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے اس مشاورت سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ یہ مشاورت ایک علمی، قانونی یا فقہی مشاورت کہلائے گی اور اپنی نوعیت میں یہ بھی ایک اختیاری مشاورت ہوتی ہے۔

د کسی مجتہد یا اجتہادی ادارے کا از خود فتویٰ یا، مشورہ دینا

کسی درپیش مسئلے کے قانونی و شرعی پہلو و حکم کے بارے کسی مجتہد صفت شخص یا اجتہادی نوعیت کے ادارے کا از خود یک طرفہ فتوی جاری کرنا اگرچہ کسی کی طرف سے مشورہ طلب نہ بھی کیا گیا ہو۔ تو اس قسم کا فقہی و قانونی مشورہ بھی ایک اختیاری مشورہ ہے اور اس کی پابندی یا تعمیل کے لزوم کی بھی کوئی قید نہیں ہوتی۔

2 غیر سرکاری و غیر منتخب یا نامزد مجلسِ مشاورت / عمومی مجلسِ شوریٰ

اس سے مراد ایسی غیر منتخب مجلس شوری ہے جو اہلِ حل و عقد، علماء، فقہاء، دانشوروں، اہل فن اور مخصوص شعبوں کے ماہرین میں سے حکومتی نامزدگی سے قائم کی گئی ہو اور حکومتِ وقت سرکاری سطح پر اس مجلس کے فیصلوں اور فتاویٰ کو اہمیت دیتی ہو۔ ایک لحاظ سے یہ حکومت کی مدد و معاون مجلس ہوتی ہے جس کا کام مختلف مسائل میں حکومت کو قانونی و شرعی رہنمائی فراہم کرنا ہوتا ہے تاکہ حکومت اس کی بنیاد پر کوئی قانون سازی کر سکے۔ مثلاً پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کہ جس کا کام صوبائی اور وفاقی حکومتوں کو شرعی نقطہ نظر سے سفارشات پیش کرنا ہے۔

3 سرکاری اور منتخب یا مقتدر مجلس شوریٰ / خصوصی مجلسِ شوریٰ

اس مجلس سے مراد وہ افراد ہیں جو کسی ملک و ریاست میں باقاعدہ انتخابات کے ذریعے عوام الناس کے نمائندوں کے طور پر منتخب ہوتے ہیں اور اجتہاد و قانون سازی اور اہم انتظامی و پالیسی معاملات کی نگرانی کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ دراصل یہ مقتدر مجلسِ مشاورت یا شوریٰ ہوتی ہے جس کی بنیادی ذمہ داری ہی مشاورت سے قانون سازی کرنا ہوتی ہے، لہٰذا اس کے فیصلوں کا نفاذ خود حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے اور عوام الناس اس کے پابند ہوتے ہیں۔ در اصل یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو کسی اسلامی ریاست میں پارلیمنٹ کا قائم مقام ہو۔ یعنی ایک ایسا سرکاری ادارہ جو کسی اسلامی ریاست میں امورِ سیاسیہ اور اجتماعی اجتہاد و قانون سازی دونوں کاموں کے لیے قائم کیا گیا ہو۔ یہ ادارہ اجتہاد بھی کرے گا اور اس کے پاس تقنین کا اختیار بھی ہو گا۔ اس ادارہ کو ہم مقتدر شوری یا مقننہ کا نام دے سکتے ہیں جیسا کہ سعودی عرب کی مجلسِ شوریٰ ہے یا پاکستان کی قومی اسمبلی کو بھی مجلسِ شوریٰ کا نام دیا گیا ہے۔

4 مجتہدین کی مجلسِ مشاورت / شوریٰ

مجتہدین کی مجلسِ شوری سے مراد یہ ہے کہ فقہاء و مجتہدین پر مشتمل ایک مجلسِ مشاورت جو درپیش تمام معاصرہ مسائل و معاملات کے ضمن میں شرعی و قانونی رہنمائی کا فریضہ انجام دے اور اسلامی حکومتوں کو بھی اسلامی قانون سازی کے لیے مشورہ فراہم کرے۔ اس سے مراد وہ غیر سرکاری فقہی ادارہ ہے جو کسی ایک ملک یا براعظم یا عالم اسلام کی سطح پر اجتماعی اجتہاد کا فریضہ سرانجام دے رہا ہو۔ اس قسم کی مجلسِ مشاورت مقامی و ملکی سطح پر بھی ہو سکتی ہے اور عالمی سطح پر

بھی۔ یہ بالکل نجی یا پرائیویٹ سطح پر بھی تشکیل دی جاسکتی ہے اور سرکاری سرپرستی میں بھی اور خود باقاعدہ سرکاری طور پر بھی۔

ملکی سطح پر اجتماعی اجتہاد کے ایسے نجی و پرائیویٹ شورائی ادارے اور مجلس مشاورت کی مثال "اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا" ہے۔ براعظم کی سطح پر اس کی مثال "یورپین کونسل برائے افتاء و تحقیق" ہے جب کہ عالم اسلام کی نمائندگی کرنے والے ایسے ادارے کی مثال "اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ" ہے۔

دراصل ایسی مجالس کی اس وقت امتِ مسلمہ کو اشد ضرورت ہے۔ خاص کر مسلمانوں کے اجتماعی سیاسی نظام کی کمزوری اس کی زیادہ متقاضی ہے کہ امت مسلمہ کے مجتہدین دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق امت کی راہنمائی کریں ۔ مجتہدین کی ایسی عالمی مجلس جو درپیش غیر منصوص مسائل میں متفقہ فیصلہ دے گی وہ اجماع کہلائے گا۔ جیسا کہ ڈاکٹر توفیق الشاوی فرماتے ہیں:

" مجتہدین اور اہل علم کی کسی ایسے فقہی حکم کو مستنبط کرنے میں کہ جس کے بارے میں قرآن یا سنت میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو قرارداد منظور کرنا۔ اگر تو یہ قرارداد مجتہدین کے اتفاق سے طے پاتی ہے اور امت بھی اس پر متفق ہو جاتی ہے تو یہ ایک لازم فقہی حکم ہو گا کیوں کہ یہی اجماع ہے"[29]۔

شوریٰ کی تشکیل کا طریقہ

بلاشبہ اسلام نے "شوریٰ" کا زرّین تصور دیا ہے تاہم "شوریٰ" کی تشکیل کا کوئی متعین طریقہ لازم نہیں کیا ہے اور یہ بات اہلِ اسلام پر چھوڑ دی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق اس انتہائی اہم ادارے کی تشکیل کے لیے کوئی طریقہ خود ہی اختیار کر لیں۔ اسلامی نظام کی یہ بہت بڑی امتیازی حیثیت ہے اور اس کے حرکی و ابدی ہونے کی واضح علامت بھی۔ مشہور مفکرِ اسلام اور اسلامی قانون پر گہری نظر رکھنے والی شخصیت سید مودودیؒ نے "مجلسِ شوریٰ" کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا:

"(Legislature)۔۔۔ یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام جس نوعیت کی ریاست بناتا ہے اس میں ایک مجلس قانون سازی کی موجودگی ضروری ہے جو مسلم عوام کے معتمد علیہ نمائندوں پر مشتمل ہو اور جن کے اجماع یا اکثریت کے فیصلے دار الاسلام میں قانون کی حیثیت سے نافذ ہوں۔ اس مجلس (Legislature) کی ترکیب، اس کے کام کا ضابطہ، اور اس کے ارکان کے انتخاب کا طریقہ اسلام میں مقرر نہیں کیا گیا ہے، اس لیے ہر زمانے کے حالات و ضروریات کے لحاظ سے اس کی الگ شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں"[30]۔

ہمارے نزدیک "شوریٰ" کی تشکیل دو مروّج طریقوں سے ہو سکتی ہے۔ ایک نامزدگی و تعین کا طریقہ اور دوسرا انتخاب کا طریقہ۔ ذیل میں ہم دونوں طریقوں کے بارے میں مختصراً اپنی معروضات پیش کر رہے ہیں:

1 شوریٰ کا طریقہ تعین و نامزدگی

"شوریٰ" کی تشکیل کے لیے ایک طریقہ تعین و نامزدگی کا ہے۔یعنی اس مجلس کی رکنیت کے لیے صاحب فقہ و اجتہاد علماء اور اصحابِ تقویٰ و دانش جو عوامی اعتماد کے حامل بھی ہوں، میں سے زیادہ جید و اچھے مجتہدین اور دانش مندوں کو اس مجلس کی رکنیت کے لیے مقرر یا متعین کر دیا جائے اور اس سلسلے میں مختلف اسلامی مسالک کو بھی نمائندگی دی جائے اور اس مجلس کے لیے زیادہ سے زیادہ میعاد کا تعین بھی کر دیا جائے۔ جس کے بعد از سر نو نئے اراکین مجلس کا تقرر ہو اگرچہ سابقہ ارکان بھی بحال رکھے جاسکتے ہیں تاہم اس عمل کے ذریعے نئے اہل لوگوں کو بھی موقع دیا جاسکتا ہے۔

تعین و نامزدگی کے طریقے سے نجی شعبے میں بھی مجلس قائم کی جاسکتی ہے اور سرکاری شعبے میں بھی۔ نجی شعبے میں جیسا کہ لاہور میں کئی سالوں سے دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث علماء نے مشترکہ طور پر ایک مجلس قائم کر رکھی ہے جس کا نام "ملی مجلسِ شرعی" ہے۔جو پیش آمدہ جدید مسائل میں اجتہاد و تحقیق کے لیے اپنی مشترکہ کاوشوں کو بروئے کار لانے کے لیے وقتاً فوقتاً اجلاس منعقد کرتی ہے اور فیصلے کرتی ہے۔

سرکاری شعبے میں اس کی ایک اہم مثال سعودی عرب کی مجلس شوری ہے۔جس کی ابتدا 1926ء میں شاہ عبدالعزیز کے دور سے ہوئی اور شاہ فہد بن عبدالعزیز نے 1991ء میں اس مجلس کو نئی صورت دی۔ آج اس مجلس کے ایک سو پچاس (علمائے مجتہدین واہلِ حل و عقد) اراکین ہیں۔اسی طرح سرکاری شعبے میں ہمارے پاس دوسری بہترین مثال اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی ہے مگر اس کے فیصلوں اور قرادادوں کی حیثیت صرف حکومت کو مشورہ کی حد تک ہی ہے۔

نامزدگی و تعین کے طریقے کے اپنے فائدے اور نقصانات بھی ہیں۔

فوائد میں سے یہ باتیں ہوسکتی ہیں:

الف اس سے اسلامی روح پر عمل ہوتا ہے کہ جس کے تحت از خود کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی منصب یا ذمہ داری کے لیے امیدوار بنے۔کسی اجتماعی نظم اور Authority کی طرف سے ذمہ داری مل جائے تو اسے اللہ کی طرف سے ایک آزمائش سمجھ کر دیانت داری سے اس کے تقاضوں کو نبھانا عین اسلامی تعلیم کا حصہ ہے۔

ب لہٰذا نامزدگی کے طریقے کو استعمال کرتے ہوئے ایسے مجتہد، اہلِ حل و عقد حضرات، ماہرین قانون اور دانشوروں کو شوریٰ کا رکن بنایا جاسکتا ہے جو اگر نامزد نہ کیے جاتے تو اُن کی صلاحیتوں سے استفادہ ممکن نہ ہوتا، کیونکہ اسلامی تعلیم اور اپنی ذاتی خودداری کے تحت انہوں نے خود سے امیدوار بننا ہی نہیں تھا اور وہ اپنے آپ کو بلاوجہ نمایاں نہیں کرنا چاہتے۔

اسی طرح تعین و نامزدگی کے طریقے کے کچھ نقصانات بھی ہیں، مثلاً

الف اس طریقے سے حکمران طبقے کی طرف سے بے جا اور خلافِ میرٹ اقرباء پروری کا خدشہ بھی ہو سکتا ہے، جس کی وجہ سے نا اہل لوگ اس انتہائی اہم ادارے کے رکن بن سکتے ہیں۔

ب اس کو سیاسی رشوت کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، یہ بھی میرٹ واہلیت کی پامالی کا باعث بن سکتا ہے۔

ج اس طریقے کے ذریعے حکمران اپنے ذاتی اثر ورسوخ کو اس ادارے میں غالب رکھنے کے لیے اپنی مرضی کے لوگوں کو رکنیت دے کر مرضی کے فیصلے حاصل کرنے کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

یعنی فائدے اور نقصانات، دونوں کا احتمال ہے۔ تاہم اس سلسلے میں سعودی عرب کی مجلس شوریٰ کے سابق نائب صدر ڈاکٹر عبد اللہ بن عمر نصیفؒ نے بڑی مناسب وضاحت پیش کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ مجالس شوری کے اراکین کا چناؤ انتخاب کی بجائے تعیین کے طریقے پر یہ تنقید کرتے ہیں، ہمارے خیال میں یہ تنقید بر محل نہیں ہے۔ میں اس سلسلے میں یہ بات کرنا چاہوں گا کہ اسلام میں شوریٰ کی حیثیت ایک ذریعے کی ہے نہ کہ بذاتہٖ یہ مقصد ہے۔ پس حاکم وقت اہل حل وعقد اور ان لوگوں کی مدد سے جو سیاسی جماعتوں سے منسلک نہیں ہوتے صحیح رائے کی تلاش کرتے ہیں۔ اصحاب شوری کی وفاداری اسلام، اللہ کے قانون کی تطبیق، اس کے مطابق فیصلے کرنا اور اس سے فیصلے چاہنے میں ہوتی ہے۔ پس اس وجہ سے تعین کے ذریعے انتخاب کا طریقہ درست ہے کیوں کہ اصل مقصود ان اشخاص کی تلاش ہے جو شبہات، لغزشوں اور کوتاہیوں سے پاک ہوں اور تعیین اس مقصد کو پورا کرتی ہے۔"[31]

2 انتخاب کا طریقہ

ہمارے نزدیک ہر طرح کی "مجلسِ شوریٰ" کی تشکیل کے لیے دوسرا طریقہ انتخاب کا ہے۔ یعنی اس مجلس کی رکنیت کے لیے صاحبِ فقہ واجتہاد علماء اور اصحابِ تقویٰ ودانش جو عوامی اعتماد کے حامل بھی ہوں، میں سے زیادہ جید واچھے مجتہدین اور دانش مندوں کو اس مجلس کی رکنیت کے لیے بذریعہ انتخاب چُنا جائے۔ اس طریقے کے ذریعے سرکاری اور پرائیویٹ دونوں طرح کی مجالسِ شوریٰ کا انتخاب کیا جاسکتا ہے۔ یہ چُناو براہ راست انتخاب کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے۔ جہاں تک کسی اسلامی ملک اور ریاست کی قومی وریاستی مجلسِ شوریٰ کا تعلق ہے تو ہر ملک وریاست اپنے اپنے حالات وضرویات کے لحاظ سے اجتہاد و قانون سازی اور ملکی انتظام وانصرام کے لیے اپنی مجلسِ شوریٰ کی تشکیل کے لیے اپنی اپنی پالیسی وضع کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہماری تجویز یہ ہے کہ قومی وریاستی مجلسِ شوریٰ کو دو اجزاء میں منقسم کیا جانا چاہیے:

الف فقہی مجلس شوریٰ (Juristic Consultative Council)

ب ملی مجلس شوریٰ (Consultative Council National)

الف فقہی مجلس شوریٰ (Juristic Consultative Council)

اس ادارے کا بنیادی کام اور ذمہ داری اجتہاد اور اسلامی قانون سازی ہو گا۔ اور اس کے اراکین کے لیے بنیادی اوصاف بھی مخصوص ہوں گے۔ جیسا کہ ڈاکٹر رمضان البوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی شوریٰ کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کرتے ہوئے ان کی الگ ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہم نے اس بحث کے آغاز میں یہ کہا تھا کہ شریعت اسلامیہ کی نظر میں شوری کی ذمہ داریاں دو قسم کی ہیں۔ پہلی قسم تو یہ ہے کہ مختلف واقعات اور جزوی احکام کا شرعی حکم معلوم کرنا اور دوسری قسم مسلمانوں کے لیے ایک صالح امام کو منتخب کرنا ہے"[32]۔

یعنی ایک کا کام شرعی احکام کا استنباط اور دوسری کا کام حکمران کا انتخاب کرنا۔

ب مِلّی یا قومی مجلسِ شوریٰ

اس سے ہماری مراد مجلسِ شوریٰ کا دوسرا وہ جزو ہے کہ جس کی رکنیت معاشرے کے ایسے افراد کو ملنی چاہیے جو خدا ترسی، کردار، عزم و ہمت، ضروری حد تک اسلامی و جدید علوم کا علم و فہم، سیاسی و انتظامی شعور، حالاتِ حاضرہ سے واقفیت، وصفِ عدالت، اور عوامی تائید و اثر و نفوذ میں سب سے ممتاز ہوں۔ ہمارے نزدیک یہ اوصاف اس مجلس کے اراکین کے لیے بہت ضروری ہیں۔

ملی مجلسِ شوریٰ کی تشکیل کے لیے تجاویز

مجلسِ شوریٰ کے دوسرے جزو "ملی مجلسِ شوریٰ" کی تشکیل کے طریقے کے حوالے سے ہماری تجاویز حسبِ ذیل ہیں:

1 رکنیت کی بنیادی اہلیت، خدا ترسی، کردار، عزم و ہمت، ضروری حد تک اسلامی و جدید علوم کا علم و فہم، سیاسی و انتظامی شعور، حالاتِ حاضرہ سے واقفیت، وصفِ عدالت، اور عوامی تائید و اثر و نفوذ میں سب سے ممتاز ہونا جیسے اوصاف پر مبنی ہو۔ رکنیت کی اہلیت کے سلسلے میں ہمیں 1973ء کے آئینِ پاکستان سے بھی بہت راہنمائی ملتی ہے۔[آرٹیکل 62: شرائط اہلیت رُکنیت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ): (1) (د) (ہ) (و)، (2) (د) اور (ہ)]، [آرٹیکل 63: نااہلیت برائے رُکنیت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ): (1) (الف) (د) (ہ) (ح) (ط)]

2 مروّجہ جماعتی نظام کی، ملّی مجلسِ شوریٰ میں براہ راست انتخاب میں شرکت ختم کر دی جائے۔ ہر شخص اہلیت کی بنا پر اپنی انفرادی حیثیت میں منتخب ہو کر شوریٰ کا رکن بنے۔ البتہ:

الف مختلف سیاسی جماعتوں، تنظیموں اور اداراروں کا کردار اس میں یہ ہو کہ وہ مطلوبہ اوصاف کے حامل لوگوں کو ملی مجلسِ شوریٰ کے انتخاب کے لیے نامزدگی کا راستہ اپنائیں تاکہ اسلامی ہدایات کے تحت کوئی خود امیدوار نہ بن سکے بلکہ کوئی دوسرا شخص یا ادارہ میرٹ پر اس کو نامزد کردے تاکہ ایسے اہل لوگ منتخب ہو کر شوریٰ میں جا سکیں۔

ب اس سلسلے میں کسی ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو حقیقی بنیاد پر انکے افراد کے عددی و افرادی تناسب سے مقررہ اہلیت کے معیار پر اراکینِ شوریٰ کی نامزدگی کے لیے متعین کوٹہ دے دیا جائے اور حتمی انتخاب کے بعد تمام افراد کا تعلق بطورِ رکن شوریٰ کسی بھی پارٹی یا جماعت سے نہ ہوگا بلکہ وہ محض ایک غیر جانبدار رکنِ شوریٰ ہوں گے۔

ج اس سلسلے میں ہماری تجویز ہے کہ جماعتی نامزدگیوں کا کل کوٹہ ستر ۷۰ فی صد رکھا جائے اور بقیہ تیس ۳۰ فی صد کوٹہ کے تحت حکومت اہل لوگوں (بشمول غیر مسلم اقلیتی اہل افراد۔۔۔ جس کی وضاحت پیرا نمبر 7 میں آرہی ہے) میں سے انتخاب کے لیے نامزد کرے۔

د پھر مزید یہ کہ پارٹی اور حکومتی دونوں سطح کے کوٹہ میں بیس فی صد نامزدگی کو اہل خواتین کے لیے رکھا جائے تاکہ مطلوبہ معیار پر پورا اترنے والی ہماری خواتین بھی رکن شوریٰ بن کر اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اور وہ محض نامزدگی ہی سے رکن شوریٰ بنیں، انہیں انتخابی عمل میں نہ ڈالا جائے۔ یہ ان کے لیے شاید مناسب نہیں ہے۔ البتہ واضح رہے کہ خواتین صرف بحیثیت رکن، شوریٰ میں مکمل کردار ادا کر سکتی ہیں اس میں اسلامی طور پر کوئی رکاوٹ نہیں البتہ حکومتی مناصب وعام سیاسی وانتظامی عہدوں پر فائز ہونے سے وہ سبکدوش ہیں[33]۔

3 حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے مروّجہ مغربی نظام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ یہ ہمارے اسلامی اصولی نظام کی مطابقت میں نہیں ہے، بلکہ اُلٹا فساد کا باعث ہے۔ البتہ شوریٰ کے دائرے کے اندر ہی اتفاق واختلاف کا عمل باہمی اخلاص اور نیک نیتی سے ہو سکتا ہے جیسا کہ اسلامی تاریخ گواہ ہے۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کا مروّجہ مغربی نظام مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی بہت بڑی سازش کا حصہ اور اپنی شاندار تاریخ وروایات سے دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسلامی تاریخ وروایت یہ ہے کہ شوریٰ میں بحث ومباحثے اور اتفاق واختلاف کے بعد جو فیصلہ آجائے وہ سب کے لیے قابلِ قبول اور قابلِ نفاذ ہوتا ہے اور اس پر پھر کسی قسم کی اضافی اختلافی آراء کی گنجائش نہیں رہتی۔ موجودہ حالات میں تو اس اسلامی روایت پر اور زیادہ عمل کی ضرورت ہے کہ جب اُمت کو افتراق وانتشار کا سامنا ہے، نہ کہ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے مغربی چکر میں پڑنے کی۔ اس سلسلے میں نامور عالمِ دین مولانا گوہر رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مسلمان قوم جسدِ واحد کی طرح ہے اس کو مستقل طور پر حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف میں تقسیم کرنا نہ شریعت کا تقاضا ہے اور نہ عقل وخرد کا تقاضا ہے۔ اسلامی نظام میں حزبِ احتساب کا ہونا تو مفید ہے بلکہ ضروری ہے لیکن اختلاف برائے اختلاف یا اختلاف برائے حصولِ اقتدار کی کوئی گنجائش نہیں ہے"[34]۔

4 متناسب نمائندگی کا نظام رائج کیا جائے۔

الف کوئی سے دو ایسے افراد جن میں سے ایک اکثریتی ووٹوں کی بنا پر منتخب ہو چکا ہو اور اس کے بعد جس نے معمولی فرق سے منتخب ہونے والے سے کم ووٹ لیے ہوں، دونوں کو اسی تناسب سے یکے بعد دیگرے اتنے ہی عرصے کے لیے رُکنیت کا اہل قرار دیا جائے۔ یعنی ان کے درمیان کل دورانیہ تقسیم کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ دونوں ایک خاطر خواہ عوامی حمایت لے کر آئے ہیں۔ مگر واضح ہو کہ رکنیت کی یہ تقسیم صرف اول و دوم (Tenure) آنے والے ایسے اشخاص کے لیے ہی تجویز کی جا رہی ہے اگر ان میں سے کوئی بھی کل ووٹوں کا کم از کم پچاس فی صد حمایت یافتہ ہو بصورت دیگر وہی اکیلا کل وقت رکن ہو گا جو اوّل نمبر پر ہو گا۔

ب کسی منتخب رکن کے استعفیٰ یا وفات یا کسی صورت میں نااہلی کی وجہ سے اس کے بعد والے (امیدوار) کو منتخب قرار دیا جائے بشرطیکہ اس نے کل ووٹوں کا کم از کم پچاس فی صد ووٹ حاصل کیے ہوں۔ بصورتِ دیگر نیا انتخاب عمل میں آئے۔

5 ملی مجلسِ شوریٰ کی رکنیت کے لیے کم از کم اہلیت کا تعین واضح لفظوں میں کر دیا جائے اور اس میں بطورِ اصولی پالیسی پیرا نمبر ایک میں دیے گئے اوصاف کو یقینی بنایا جائے۔

6 ملی مجلسِ شوریٰ زیادہ سے زیادہ سات سال تک تشکیل دی جائے اور اس کے بعد از سر نو تشکیل پائے۔ کسی بھی سابقہ رکن پر پھر سے منتخب نہ ہونے کی پابندی نہ لگائی جائے تاکہ اس کے تجربات سے باقاعدہ استفادہ کیا جاتا رہے۔

اس طرح ہمارے مجوّزہ دونوں حصوں پر مشتمل کسی بھی اسلامی ملک کی "مجلسِ شوریٰ" اپنے ملک و ریاست میں اجتہاد اور قانون سازی کا فریضہ سرانجام دے سکے گی۔ تاہم اس مقصد کے حصول کی خاطر مجلسِ شوریٰ ایسے فراد سے بھی رہنمائی لے سکتی ہے جو شوریٰ کے باقاعدہ رکن نہ بھی ہوں۔

7 اگرچہ مسلم ملک کی شوریٰ میں بظاہر غیر مسلم کا کوئی کام نہیں تاہم بطورِ شہری ان کا حق ہے کہ جہاں ضروری ہو اُن سے بھی مشاورت کی جائے جو اُن میں اس کے اہل ہوں۔ ہماری تجویز ہے کہ ہماری مجوّزہ مجلسِ شوریٰ کے اس دوسرے جزو، "ملّی مجلسِ شوریٰ" میں غیر مسلموں کو بھی مناسب نمائندگی دی جائے البتہ خاص طور پر وہ اجتہادی نوعیت کے معاملات میں شریک نہیں ہونگے البتہ بعض جدید مسائل میں ان کے ماہرین سے فنی و تکنیکی مشاورت ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرتِ عمرؓ کی طرف سے ہرمذان سے مشورہ لینے کی روایت صحیح بخاری میں موجود ہے، جسے تُستُر کی لڑائی میں قیدی بنالیا گیا تھا اور جو ایرانی جرنیلوں میں سے تجربہ کار جرنیل تھا[35]۔

شوریٰ کا دائرہ کار

شوریٰ کی مشاورت کا دائرہ کار صرف دنیاوی و انتظامی امور ہیں یا مجلس شوریٰ دینی امور کو بھی موضوع بحث بنا سکتی ہے، اس مسئلے میں علماء کے دو قول ہیں۔ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ ان اقوال کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علماء کی ایک جماعت مثلاً امام طبریؒ اور ابن العربیؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ شوریٰ صرف دنیوی امور مثلاً جنگی معاملات میں ہی منعقد ہوگی۔ جب کہ علماء کے دوسرے گروہ مثلاً علامہ آلوسیؒ اور جصاصؒ وغیرہ کا کہنا ہے کہ شوریٰ دنیوی کے ساتھ ان دینی امور میں بھی ہوگی کہ جن میں کوئی وحی نہ نازل ہوئی ہو۔ کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا تھا اور یہ ایک دینی معاملہ تھا۔ ہمارے نزدیک دوسری رائے راجح ہے کیوں کہ آیت مبارکہ "وشاورھم فی الامر" میں بھی مطلق مشاورت کا حکم ہے جو حکام کو دینی، دنیوی، سیاسی، اجتماعی، اقتصادی، ثقافتی اور انتظامی وغیرہ جیسے ان تمام مسائل میں مشورے کی طرف متوجہ کر رہا ہے کہ جن میں کوئی قطعی دلیل یعنی شرعی نص وارد نہ ہوئی ہو"[36]۔

ڈاکٹر محمد رمضان البوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ان مسائل میں شوری کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ جن کا حکم قرآن کی کسی نص یا صحیح سنت سے ثابت ہو اور وہ نص واضح دلالت والی ہو یا اس مسئلے میں کوئی اجماع منعقد ہو چکا ہو"۔[37]

اسی طرح مولانا سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ "شوریٰ" کے دائرہ کار کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلام میں دائرہ عبادات کے اندر قانون سازی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ عبادات کے علاوہ معاملات کے اس دائرے میں قانون سازی کی گنجائش موجود ہے جس میں کتاب و سنت خاموش ہے"[38]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ معاملات میں قانون سازی اور مشاورت کے دائرہ کار کو مزید بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معاملات میں قانون سازی کے چار شعبے ہیں:

الف تعبیر: یعنی جن معاملات میں شارع نے امر یا نہی کی تصریح کی ہے ان کے بارے میں نص کے معنی یا ان کا منشا متعین کرنا۔

ب قیاس: یعنی جن معاملات میں شارع کا کوئی براہ راست حکم نہیں ہے، مگر جن سے ملتے جلتے معاملات میں حکم موجود ہے، ان میں علتِ حکم مشخص کر کے اس حکم کو اس بنیاد پر جاری کرنا کہ یہاں بھی وہی علت پائی جاتی ہے جس کی بنا پر یہ حکم اس سے مماثل واقعہ میں دیا گیا تھا۔

ج استنباط و اجتہاد: یعنی شریعت کے بیان کردہ وسیع اصولوں کو جزوی مسائل و معاملات پر منطبق کرنا اور نصوص کے اشارات، دلالتوں اور اقتضاءات کو سمجھ کر یہ معلوم کرنا کہ شارع ہماری زندگی کے معاملات کو کسی شکل میں ڈھالتا ہے۔

د جن معاملات میں شارع نے کوئی ہدایت نہیں دی ہے ان میں اسلام کے وسیع مقاصد اور مصالح کو ملحوظ رکھ کر ایسے قوانین بنانا جو ضرورت کو پورا کر سکیں اور ساتھ ساتھ اسلام کے مجموعی نظام کی روح اور اس کے مزاج کے خلاف بھی نہ ہوں۔ اس چیز کو فقہاء نے "مصالح مرسلہ" اور "استحسان" وغیرہ ناموں سے موسوم کیا ہے[39]۔

مختصر یہ کہ شوریٰ کے دائرہ کار میں دینی و ملّی (دینی و دنیاوی) دونوں غیر منصوص مسائل شامل ہیں۔ جیسا کہ ہم نبوی دور میں شورائی اجتہاد کے ذیل میں مثالیں دے چکے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شوریٰ دینی اور دنیوی دونوں قسم کے امور میں منعقد ہوتی تھی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے طریقہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا جو کہ ایک شرعی معاملہ تھا۔ البتہ یہ واضح ہے کہ ان مسائل میں شوریٰ نہیں ہوسکتی کہ جن میں قرآن و سنت کی نصوص واضح ہوں۔

اراکین شوریٰ کے لئے حسب ذیل صفات کا حامل ہونا ضروری ہے:

1	عقل و بلوغت	2	زہد و تقویٰ	3	نصوصِ اسلامیہ کا فہم
4	ہر قسم کے تعصبات سے پاک ہونا			5	فقہ الواقع کا علم اور حالاتِ حاضرہ سے واقفیت
6	اُولوالعزمی	7	تحقیقی رجحان	8	مقاصد و مصالحِ شرعیہ سے واقفیت
9	اتباعِ حق اور اس کا جذبہ	10	عوامی تائید واثر و نفوذ		

ڈاکٹر سعید رمضان البوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق مختلف سطح کی شوریٰ کے لیے اس کے اراکین کی صفات بھی مختلف ہوں گی۔ آپ شوریٰ کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک شرعی احکام کے استنباط کے لیے اور دوسری حکمران کے انتخاب کے لیے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"ہم نے اس بحث کے آغاز میں یہ کہا تھا کہ شریعت اسلامیہ کی نظر میں شوریٰ کی ذمہ داریاں دو قسم کی ہیں۔ پہلی قسم تو یہ ہے کہ مختلف واقعات اور جزوی احکام کا شرعی حکم معلوم کرنا اور دوسری قسم مسلمانوں کے لیے ایک صالح امام کو منتخب کرنا ہے"[40]۔

آپ کے مطابق پہلی قسم کی شوری کے اراکین کی بنیادی صفات علم وعدالت ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"سلف کی جو آراء ہم نے ذکر کی ہیں ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جن کو وہ مشورہ کے لیے تلاش کرتے تھے ان کی صفات کا خلاصہ علم وعدالت ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ اسی طرح جب ہم اس مسئلے میں علمائے شریعت کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں ان دو صفات کے بارے میں اس حوالے سے کوئی اختلاف معلوم نہیں ہوتا کہ " یہی دو صفات شوری کی اہلیت کی اصل بنیاد ہیں"[41]۔ آپ علم کو صرف فقہی علم تک محدود نہیں کرتے بلکہ دینی اور دنیاوی دونوں علوم کو اس میں شامل سمجھتے ہیں[42]۔

نتائج بحث

اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو دینِ اجتماعیت ومشاورت ہے۔ اسلام میں اجتماعی و عملی معاملات کو مشاورت سے حل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے رسول اللہ کو مشاورت کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوریٰ ومشاورت کے اس حکمِ الٰہی پر پوری رُوح کے مطابق عمل فرمایا۔ چنانچہ نبوی دور شوریٰ و مشاورت کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ خلفائے راشدین نے بھی اپنے اپنے اَدوارِ خلافت میں اجتماعی معاملات کے فیصلہ اور قانون سازی کے لیے "شوریٰ" کا طریق اختیار فرمایا۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے شوریٰ یا مجلسِ شوریٰ کو درج ذیل مختلف گروہوں و اقسام میں تقسیم جا سکتا ہے، مثلاً: اختیاری مجلسِ مشاورت، سرکاری وغیر منتخب مجلسِ مشاورت / عمومی مجلسِ شوریٰ، سرکاری اور منتخب مجلس شوریٰ / خصوصی مجلسِ شوریٰ، مجتہدینِ امت کی مجلس مشاورت / شوریٰ اسی طرح کسی بھی اسلامی ریاست وملک کی مجلسِ شوریٰ دو بنیادی حصوں میں منقسم کر کے تشکیل دی جا سکتی ہے، یعنی فقہی مجلس شوریٰ اور ملّی مجلسِ شوریٰ اور ملی مجلسِ شوریٰ۔ شوریٰ کی تشکیل دو مروّج طریقوں سے ہو سکتی ہے۔ ایک نامزدگی و تعیین کا طریقہ اور دوسرا انتخاب کا طریقہ۔ شوریٰ کے دائرہ کار میں ملّی اور غیر منصوص، دینی و دنیاوی دونوں طرح کے مسائل شامل تاہم اُن مسائل میں "شوریٰ" نہیں ہو سکتی کہ جن میں قرآن وسنت کی نصوص واضح ہوں۔

حواشی ومصادر

1 مودودی، ابوالاعلی، سید، اسلامی ریاست، جولائی 1988ء، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ص 323

2 الشوری:42/38

3 آل عمران:3/159

4 راغب اصفہانی، امام، مفردات القرآن (مترجم اردو: فیروزپوری، محمد عبدہ، مولانا)، جون 1987ء شیخ شمس الحق، اقبال ٹاؤن، لاہور

پاکستان، ص 1/559

5 نعمانی، محمد عبدالرشید، مولانا، لغات القرآن، نومبر، 1986ء، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، ص 2/294

6 میرٹھی، زین العابدین، قاضی، قاموس القرآن، مطبوعہ، اردو بازار، کراچی، ص 297

7 نعمانی، محمد عبدالرشید، مولانا، لغات القرآن، نومبر، 1986ء، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، ص 2/294

8 ابن ہمام، کمال الدین محمد، فتح القدیر، 1258ھ، مطبع مصطفیٰ محمد، مصر، ص 4/526

9 ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا، امام، معجم مقاییس اللغۃ، 1399ھ، طبع، دار الفکر، بیروت، ص 3/226

10 عبدالرحمٰن عبدالخالق، یوسف، شیخ، الشوری فی ظل نظام الحکم الاسلامی، مطبوعہ، دارالقلم، کویت، ص 47

11 زبیدی، محب الدین، السید محمد مرتضی الحسینی الواسطی الحنفی، علامہ، تاج العروس من جواھر القاموس، ص 12/252، 257

12 خلیل، خلیل بن احمد الفراھیدی، امام، کتاب العین، طبع، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ص 6/281

13 سانو، محمد مصطفیٰ قطب، ڈاکٹر، معجم مصطلحات اصول فقہ، مطبع، دار الفکر، دمشق، ص 251

14 مجموعہ من علماء العرب، الشوری فی الاسلام، مطبوعہ المجمع الملکی لبحوث الحضارۃ الاسلامیۃ، عمان، ص 2/487

15 ایضاً: ص 2/488

16 شاوی، توفیق، ڈاکٹر، فقہ الشوری والاستشارۃ، 1412ھ، دارالوفاء لطباعۃ والنشر والتوزیع، المنصورہ، ص 103، 102

17 محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضراتِ فقہ، مطبوعہ، 2010ء، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، اردو بازار، لاہور، ص 380

18 آلِ عمران:3/ 195

19 گوہر رحمٰن، مولانا، اسلامی سیاست، مارچ، 1982ھ، مطبوعہ، المنار بک سینٹر، لاہور، ص 278

20 صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الغزوۃ البد ر

21 طبری، امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن غالب، ابو جعفر، امام۔ تفسیر الطبری، 1420ھ، طبع، موسسہ الرسالۃ

ص 7/ 344

22 المنتقی علی علاو الدین، کنز العمال، حید ر آباد، 1312ھ، مطبوعہ، دائرۃ لمعارف النظامیہ، ص 5/812

23 الجصاص،ابو بکر،احمد بن علی الرازی،احکام القرآن،مصر،1967ء،بر تفسیر سورہ آلِ عمران،طبع،ص4/251

24 بیہقی،احمد بن الحسین بن علی بن موسٰی ،ابو بکر،امام،السنن الکبرٰی ، 1414ھ،مطبوعہ،دار الباز مکہ مکرمہ، ص45

25 النیشاپوری،حاکم،محمد بن عبداللہ،ابو عبداللہ،امام،المستدرک علی الصحیحین،کتاب معرفة الصحابة، باب ابی بکر بن ابی قحافة 1411ھ ، دارالکتب العلمیہ ،بیروت،لبنان،ص3/66

26 دارمی،عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل بن بہرام السمرقندی،ابو محمد،امام،سنن دارمی،(کتاب المقدمة، کتاب المقدمہ،باب الفتیاوما فیہ من الشدۃ،1408ھ،مطبوعہ ،دار الکتاب،العربی، بیروت،لبنان،ص1/69، بیہقی،احمد بن حسین بن علی بن موسٰی ،ابوبکر،امام۔ السنن الکبری، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ویفتی بہ المفتی ، مطبع دار الباز،مکہ مکرمہ،ص10/114

27 طبری،امام ابو جعفر محمد بن جریر۔تاریخ الا مم والملوک،مطبع حسینیہ، مصر،ص5/159

28 دارمی،عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل بن بہرام السمرقندی،ابو محمد،امام،سنن دارمی،(کتاب المقدمة، باب التورع عن الجواب فیمالیس فیہ کتاب ولا سنة)،1408ھ،مطبوعہ ،دار الکتاب،العربی، بیروت،لبنان،ص1/61

29 **شاوی،توفیق،ڈاکٹر**،فقہ الشوری والاستشارة،1412ھ،مطبع ،دارالوفاءلطباعة والنشر والتوزیع، المنصورہ ،ص102

30 **مودودی،ابوالاعلی،سید،اسلامی ریاست،ص**481

31 **عبداللہ بن عمر نصیف،ڈاکٹر،مجال و مجلسِ شوری**Retrieved on September 19, 2014, from: http://www.aawsat.com/details.asp?section،17&article،60680&issueno،8350

32 مجموعہ من علماءالعرب۔ الشوری فی الاسلام،مطبوعہ المجمع الملکی لبحوث الحضارة الاسلامیة،عمان،ص2/542

33 **گوہر رحمٰن،مولانا،ص**308-315

34 **ایضاً:ص**316

35 **ایضاً:ص**315

36 **مجموعہ من علماءالعرب،ص**2/402

37 **ایضاً:ص**2/498

38 **مودودی،ابوالاعلی،سید،اسلامی ریاست،ص**454

39 **ایضاً:ص**454-455

40 **مجموعہ من علماءالعرب،ص**2/542

41 **ایضاً:ص**2/523

42 **ایضاً**